www.KitaboSunnat.com

سید خالد جامعی[1]

اسلام اور سائنس کے مزاج و مناہج کا اختلاف

موت کے خاتمے اور توجیہ پر سائنس کی بے بسی!

جدیدیت کا تاریخی پس منظر

عالمی تاریخ ثقافت کے ممتاز مؤرخ E. Friedell نے جدیدیت اور جدید انسان اور جدت پسندی کی تاریخ، پیدائش اور اسباب متعین کرتے ہوئے لکھا ہے:

"The year of the conception of the modern person is the year 1348, the year of the **black death**"

"۱۳۴۸ء جدید مغربی انسان کا نقطہ آغاز تھا، وہی جو بلیک ڈیتھ کے سال سے موسوم ہے۔"

جدیدیت کی تاریخ پیدائش کے تعین اور اَسبابِ پیدائش کے نقطۂ نظر پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈویلپمنٹ ڈکشنری کے شریک مصنف Marianne Gronemeyer اس جملے کی تشریح میں عجیب و غریب بات لکھتے اور اس موقف کو درج بالا مؤرخ سے منسوب کرتے ہیں:

"Modernity therefore for him begins with a sever illness of European Humanity"

"بہر طور جدیدیت پسندی یورپی انسانیت کو لاحق سنگین بیماری سے برآمد ہوئی۔"

اہل مغرب کی گندگی اور غلاظت

جس جدیدیت (جدید ذہن، جدید انسان، جدید سائنس) کا آغاز ایک خطرناک بیماری، گندگی، تعفن اور غلاظت کے بطن سے ہوا ہو، وہ خود کس قدر آلودہ ہوگی، اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ یورپ میں بلیک ڈیتھ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا، وہ اس طرزِ زندگی کا لازمی نتیجہ تھا جو رہبانیت کے تحت مذاقِ عوام بن گیا تھا۔ 'لیکی' کی 'تاریخ اخلاق یورپ' جس کا ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے کیا تھا، اس کے بعض ابواب ہمیں اس تاریخ اور پس منظر سے بخوبی آگاہ کرتے ہیں جس کے باعث اہل یورپ طہارت سے محرومی اور غلاظت میں لتھڑے رہنے کو ہی روحانی ارتقا کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ آج

[1] مدیر ماہ نامہ ساحل، کراچی ... شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی مغرب میں پانی سے طہارت کے بجائے بغیر طہارت یا زیادہ سے زیادہ کاغذی طہارت [Paper / Drycleaning] پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ برطانیہ سمیت یورپ کے تمام ممالک میں اگر آپ رفع حاجت کے لئے بیت الخلا جائیں تو وہاں نہ لوٹا ہو گا، نہ پانی اور نہ مسلم شاور کہ آپ رفع حاجت کے بعد پانی سے خود کو پاک کر سکیں۔ پانی لینے کے لئے آپ کو باہر آنا ہو گا جہاں ہاتھ دھونے کے لئے تو نل موجود ہے لیکن پانی اکٹھا کرنے کے لئے برتن موجود نہیں لہٰذا اکثر مسلمان طہارت کے لئے برتن اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ نوے فی صد یورپی لوگ بغیر آبی، خاکی اور کاغذی استنجے کے باہر نکل آتے ہیں۔ بمشکل دس فی صد ایسے ہوں گے جو کاغذ سے خشک کاری پر اکتفا کرتے ہوں۔ مغربیوں کی طبیعت اس معاملے میں نہایت کھردری ہے۔ بلادِ مغرب میں اہل مغرب غسل سے شغف نہیں رکھتے، جسم کی پاکی اُن کے یہاں اہم نہیں بلکہ مختلف عطریات اس کا متبادل ہیں۔

جب کوئی مسلمان ان مغربی خطوں میں جاتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ یہی حالت غسل کی ہے۔ مشرق میں سفر کرنے والے تجار، مُسافر اور سیلانی وسیاح اس بات کو واضح طور پر محسوس کرتے ہیں کہ مغرب کی سرحدوں میں داخل ہوتے ہی مشرق و مغرب میں دو بنیادی فرق نظر آتے ہیں۔ مشرق میں شاذ و نادر ہی اپنے خرچ پر کھانا پڑتا ہے۔ مہمانوں اور مسافروں کو مشرق کی سرزمین کے، خصوصاً اس کے روایتی، مذہبی اور مسلم دیار و امصار میں دعوتوں سے فرصت نہیں ملتی اور طہارت کے لئے ہر جگہ پانی اور لوٹا دستیاب ہوتا ہے، لیکن مغرب میں خورد و نوش کا مکمل انتظام خود کرنا پڑتا ہے۔ دعوت کی روایت نظر نہیں آتی اور طہارت کے لئے پانی دستیاب نہیں ہوتا، پانی ہوتا ہے تو لوٹا نہیں ملتا اور مغرب کے لوگ مشرق کی طرح غسل سے شغف نہیں رکھتے۔ خشک کاری [ڈرائی کلینگ] ہی ان کا وظیفہ حیات ہے۔ یہ جدید و متمدن مغرب کا تازہ احوال ہے، لیکن چودھویں صدی میں اس خطے کا کیا حال ہو گا...؟

انتہا یہ ہے کہ مغرب والوں کی عبادت گاہ 'کلیسا' بھی مغرب کے رخ پر نہیں ہوتی، ہوا اور روشنی کا مناسب فطری انتظام بھی نہیں ہوتا، لہٰذا کلیسا کو روشن رکھنے کے لئے موم بتیوں کا انتظام کیا جاتا تھا۔ ایک تحقیق کے مطابق موم بتیوں کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے روئے زمین پر کلیسا وہ واحد جگہ تھی جہاں سب سے زیادہ آلودگی ہوتی تھی۔

ظاہر ہے کہ یورپ کے تنگ و تاریک گھروں میں روشنی سے محروم طرزِ تعمیر و طرزِ زندگی اور صفائی سے غفلت اس کالی خونی موت [Black Death] کا سبب بنی جس میں تاریخ دانوں کے مطابق سولہ کروڑ سے زائد افراد ہلاک ہوئے، لیکن اسی بیمار یورپ میں کروڑوں لوگ زندہ بھی بچ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ بیماری اُنہیں موت کے منہ میں لے جانے کا سبب نہ بن سکی۔ مرے گا وہی جس کی زندگی کا وقت پورا ہو گیا اور جن کی زندگی باقی ہے وہ کیسے ہی کٹھن حالات اور خطرناک بیماریوں میں گھرا ہو، اللہ تعالیٰ اُسے موت کے منہ سے نکال کر آبِ حیات تک لے جائیں گے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ اگر طاعون کا علاج اس دور میں دریافت ہو جاتا تو سولہ کروڑ لوگ بچ جاتے، تقدیرِ الٰہی پر عدمِ ایمان سے عبارت ہے۔ اگر طاعون کی دوا موجود ہوتی تب بھی وہ سولہ کروڑ لوگ ضرور مرتے جن کی موت لکھ دی گئی تھی، کوئی دوا لکھی موت کو ٹال نہیں سکتی۔ ہر مرض کا علاج ممکن ہے سوائے بڑھاپے اور موت کے، ان دو امراض کا علاج ممکن نہیں اور یہ اللہ کی سنت ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی!!

طاعون کی بیماری تاریخ کے مختلف ادوار میں دنیا کے تمام خطوں میں وقتاً فوقتاً پھیلتی رہی ہے لیکن جس طرح طاعون نے یورپ میں تباہی مچادی، ایسی تباہی دنیا کے کسی خطے میں نہیں آئی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یورپی لوگوں کا طرزِ زندگی اور صفائی کی خراب صورتحال تھی تو دوسری اہم ترین وجہ یورپ میں کلیسا کے پوپ کے حکم پر بلیوں کا قتل عام تھا۔ پوپ اور پادریوں کا خیال تھا کہ بلّیاں جادوگروں کا ہدف ہیں اور اُن کے ذریعے جادو کا اثر عام کیا جاتا ہے لہٰذا بلیوں کے خلاف مذہبی نفرت نے بلیوں کے قتل عام کو ممکن بنادیا، لہٰذا طاعونی چوہوں کو بلیوں کی مزاحمت نہیں ملی۔ اگر بلّیاں کثرت سے ہوتیں تو یورپ پر طاعون کا اس قدر خوفناک حملہ نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ مختلف مؤرخین نے طاعون کی دیگر وجوہات بھی بیان کی ہیں جو آگے آرہی ہیں۔

مغرب کا یہ خیال کہ اُس نے موت کو شکست دے دی۔ طاعون، چیچک کا علاج دریافت کر لیا اور لوگوں کی زندگی بچالی۔ ان کی عمریں بڑھادیں... یہ محض ان کی خام خیالی ہے۔ عمر کم یا زیادہ ہونے کا فیصلہ آسمانوں پر ہوتا ہے۔ جس مغرب کو سولہ کروڑ لوگوں کے مرنے کا صدمہ تھا، اسی مغرب کو اب اس بات کا غم شدت سے کھائے جارہا ہے کہ گزشتہ سو برس میں دنیا کی آبادی جس تیز رفتاری سے بڑھ رہی ہے، اس کے باعث وسائل حیات کم پڑ جائیں گے، لہٰذا یہی مغرب جدید اسلحہ اور جنگوں، کیمیائی ہتھیاروں کے ذریعے انسانیت پر مسلسل ہلاکت مسلط کررہا ہے۔ آبادی کم کرنے کی خطرناک دوائیں ایجاد کرکے رحم مادر میں قتل عام کا ارتکاب کررہا ہے۔ اِسقاط کے ذریعے اربوں انسانوں کو قتل کررہا ہے اور سی ٹی اسکین کے ذریعے انسانوں کو دنیا میں آنے سے پہلے دوسری دنیا میں پہنچا رہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مغرب کی ایجاد کردہ دواؤں کے باعث بیماریاں ختم ہو گئیں، لہٰذا لوگ اب کم مر رہے ہیں زیادہ جی رہے ہیں، لہٰذا جس طرح پہلے انسانوں کو مرنے سے بچانا اس کا فرض تھا، اب انسانوں کو مار کر کم کرنا بھی اسی کا فرض ہے یعنی خدائی کا خناس ابھی تک مغرب کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہن سے خارج نہیں ہوا، اب یہی 'خدا' آبادی کی روک تھام کی فکر میں مصروفِ عمل ہے۔ جس کے باعث چین اور ہندوستان میں لڑکیوں کی تعداد خطرناک حد تک کم ہوگئی ہے۔ چین میں 'ایک بچہ' کے فلسفے کے باعث لڑکی کی پیدائش کو سی ٹی اسکین کے ذریعے روک دیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بچیوں کی قتل از ولادت ہلاکت کی صورتحال اس حد تک پریشان کن ہے کہ اب وہاں رحم کی شناخت کے لئے سی ٹی اسکینر کے استعمال پر ہی پابندی عائد کردی گئی ہے۔

کالی موت یا بلیک ڈیتھ یا Black Plague یا Great Pestilence کا اصل مرکز و محور یورپ کیوں رہا اور اس نے کس طرح یورپ کو برباد کیا، اس کی تفصیل انسائیکلوپیڈیا یا wikipedia سے پڑھیے۔ یہ مضمون چار نومبر ۲۰۰۹ء کو انٹرنیٹ سے حاصل کیا گیا تھا۔

مغرب میں یہ سیاہ موت 'بلیک ڈیتھ' جدید سائنسی انقلاب کا عنوان بن گئی۔ کالی موت نے زندگی کی نئے سرے سے نئی تفہیم پیدا کی جس کا بنیادی وصف تحفظِ حیات [Self Preservation of Life] قرار پایا۔ زندگی سب سے اہم ترین واقعہ ہوگئی اور موت قابل نفرت شے قرار پائی۔ قرآن نے اہل کتاب پر طنز کرتے ہوئے کہا تھا: فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ "اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔" اہل کتاب ہزار برس جینے کی آرزو کرتے تھے اور خود کو خدا کا مقربِ خاص بھی سمجھتے تھے، قرآن نے طنزاً کہا کہ طولِ عمر کی خواہش میں یہودی، مشرکین سے بھی بدتر ہیں۔ کالی موت نے اہل مغرب میں زندگی سے بے پناہ محبت کا جذبہ راسخ کیا، کیونکہ جدیدیت کا خاص وصف مالک الملک کی خالقیت کا انکار اور اُلوہیتِ انسانی کا اعلان ہے۔

انسان خود خدا ہے کیوں کہ نطشے کے مطابق خدا نعوذ باللہ مر گیا ہے لہٰذا اس کی خالی جگہ انسان نے پر کردی ہے۔ اس فلسفے کا نقطۂ عروج جسم انسانی کو خدا کے تصرف سے نکال کر انسان کی ملکیت [Body is Property] قرار دینا ہے یعنی خدا کو خدا کے سپرد کردینا۔ جدیدیت میں انسان فاعل خود مختار [Self Autonomus Being] ہے جو کسی کو جواب دہ نہیں۔ وہ کسی خارجی مقتدرہ [External authority] کے زیر اثر نہیں، اس کو روشنی اور علم اندرون [Inside] سے عطا ہوتا ہے، اِس کے لئے اسے باہر دیکھنے کی ضرورت نہیں، لہٰذا انسان خود خدا بن گیا اور اپنے فیصلے خود کرنے لگا۔ لہٰذا جسم ہر فرد کی ملکیت ہے، وہ اس سے جو کام لینا چاہے لے سکتا ہے۔ اسی لئے مغرب میں طوائف کی جگہ Sex worker آگئی ہے۔ جسم عورت کی ملکیت ہے خدا کی نہیں، لہٰذا عورت جسے چاہے اپنا جسم ہبہ کرسکتی، عطیہ کرسکتی، بیچ سکتی اور عطا کرسکتی ہے۔ یہ آزادی کی قدر [Value of Freedom] کا تقاضا ہے۔ ہر وہ رواج روایت جو اس آزادی کی راہ میں رکاوٹ پیدا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے، حکومت کا فرض ہے کہ وہ اسے ختم کر دے۔

مغرب میں کام وہ ہے جس کے نتیجے میں پیسہ حاصل ہو، اس لئے گھریلو کام میں مشغول عورتوں کو وہ کارکن Worker کے زمرے میں شامل نہیں کرتے لیکن گھر سے نکل کر کام کر کے پیسہ کمانے والی عورت کو وہ ورکر قرار دیتے ہیں اور مغرب میں ایسا کام جس کا پیسہ نہ ملے، شرمناک ترین اور بے کار کام ہے۔ جسم کو انسانی ملک قرار دینے کے نتیجے میں ایک نئے تصورِ حیات نے ظہور کیا۔ اس کے نتیجے میں جدید طبّی علوم نے محیر العقول ترقی کی، ظاہر ہے جب جسم ہی سرچشمہ خیر ہو، جسم ہی معیشت کا ذریعہ ہو، جسم سے ہی عیش و عشرت وابستہ ہو اور جسم کے بغیر حیاتِ دنیا کی کسی لذت و رونق کا تصور ہی نہ ہو اور خدائی جسم سے متعلق ہو جائے تو جسم کی پرورش و نشوونما اور تحفظ ہی زندگی کا اہم ترین مقصد بن جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مغرب نے انسان کو خدا کے درجے پر فائز کر دیا۔ وہ خود خدا ہے لہٰذا اپنے جسم کے معاملات کا فیصلہ کرنے کا کلی طور پر مجاز ہے۔

زندگی کی طرف والہانہ لپکنے کی بجائے حکم رسول کا اتباع

لیکن عالم اسلام میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی شہادت جو عشرہ مبشرہ میں شامل تھے، لشکرِ اسلام کے سپہ سالار تھے، ایک نئے صبح و شام کا دروازہ کھولتی ہے۔ وہ شام کے محاذ پر تھے کہ طاعون پھیل گیا۔ اُنہیں کوچ کا مشورہ دیا گیا تو آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ ''رسالت مآب ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''جس علاقے میں وبا پھیل جائے، وہاں سے ترکِ سکونت نہ کرنا۔'' لہٰذا میں رسالت مآب ﷺ کے حکم کے خلاف عمل نہیں کر سکتا۔'' ایک مسلم کے لئے رسالت مآب ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل میں زندگی بچانے کا سوال غیر اہم ہو جاتا ہے اور اس فرمان نبویؐ کی حکمت واضح ہو جاتی ہے۔ متعدی بیماری کی آفت زدہ بستی سے نقل مکانی، اس یقین کا دروازہ کھولتی ہے کہ بیماری کے جراثیم، ایک شخص کے ذریعے دوسری بستی اور دوسری دنیا تک منتقل ہو سکتے ہیں، لہٰذا اپنی زندگی کو خدا کا فضل سمجھ کر دوسروں کی زندگی بچانے کے لئے نقل مکانی نہ کرنا اہم فریضہ بن جاتا ہے۔ اگر اللہ نے زندگی رکھی ہے تو طاعون کی بیماری میں رہنے والے بھی اس بیماری سے محفوظ رہتے ہیں۔ ایک مؤمن کے لئے اپنی زندگی کے تحفظ سے زیادہ اہم شے حکم رسول کی پیروی اور اس اتباع میں دوسرے کی زندگی کا تحفظ ہے خواہ اس کوشش میں اس کی جان چلی جائے۔

ایک مسلمان کے لئے جب بھی زندگی اور حکم رسالت مآب ﷺ کے درمیان انتخاب کا مرحلہ درپیش ہو تو وہ حکم رسالت پر عمل کرنے کو زندگی سمجھے گا اور اس راہِ عمل میں خونِ شہادت اسے زندگی سے زیادہ عزیز ہو گا۔ اصل زندگی تو وہ ہے جو اتباعِ رسالت ﷺ میں بسر ہو۔ وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی جو رسالت مآب ﷺ کی نافرمانی میں گزرے، اس موت سے کس طرح بہتر ہو سکتی ہے جو آقائے کائنات کی اتباع میں قبول کی جائے۔ اسی نقطۂ نظر کا نقطۂ کمال سیدنا ابو بکرؓ کا وہ فیصلہ تھا جو لشکرِ اُسامہؓ اور مرتدین سے جنگ کے موقع پر سامنے آیا، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب سے مصلحت و حکمت کے تقاضوں کے تحت سالارِ لشکر اُنیس سالہ حضرت اُسامہ بن زید کو معطل کرنے اور لشکر کی روانگی کو عارضی طور پر ملتوی کرنے کا مشورہ دیا گیا تو آپ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لشکر اسامہ کی روانگی کا فیصلہ عرب کے بگڑتے ہوئے حالات اور زمینی حقائق [Ground Realites] کے تناظر میں صحابہ کرام اور مہاجرین اوّلین پر بہت گراں گزرا۔ فشق ذلك علىٰ كبار المهاجرين الأولين[1] عقل کے دائرے میں صحابہ کی رائے بظاہر درست معلوم دیتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ جو لوگ لشکرِ اُسامہ میں جا رہے ہیں وہ مسلمانوں کے چیدہ اور منتخب افراد ہیں۔ عرب کی حالت آپ کے سامنے ہے، ایسی حالت میں جمعیتِ صحابہ کو متفرق کرنا مناسب نہیں۔ ثانی اثنین رضی اللہ عنہ کا جواب تھا:

لو خطفتني الكلاب والذئاب لانفذته كما أمر به رسول الله ﷺ

”اگر کتے اور بھیڑیے مجھے اُچک لے جائیں تب بھی میں لشکر کو اسی طرح روانہ کروں گا جس طرح کہ رسالت مآب ﷺ فرما گئے ہیں۔“

انصار نے حضرت عمرؓ کی زبانی خلیفہ اوّل تک یہ بات پہنچائی کہ اگر روانگی لشکر ضروری ہے تو اُنیس سالہ حضرت اُسامہ کے بجائے کسی زیادہ تجربہ کار اور سن رسیدہ شخص کو سالار لشکر مقرر کیا جائے۔ جب حضرت عمر انصار کا یہ پیغام پہنچا چکے تو حضرت ابو بکر بے تاب ہو کر کھڑے ہو گئے اور تیزی سے فرمایا: تأمرني أن أعزله ”اے خطاب کے بیٹے! تجھ کو تری ماں گم کرے، ان کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے اور تم حکم کرتے ہو کہ میں ان کو معزول کر دوں۔“ بظاہر حضرت ابو بکرؓ کا رویہ عقلی منطق زمینی حقائق، تعقل، مصلحت، مصالحت، حکمت، دانائی، سائنسی طریقہ کار، اعداد و شمار کی میزان اور زیرکی کے تقاضوں کے خلاف نظر آتا تھا، لیکن تاریخ میں درج ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ کے اس عزم و توکل و اطاعت اور حکم رسالت مآب ﷺ کی برکت کا ایسا ظہور اس طرح ہوا کہ یہ لشکر جس قبیلے کی طرف سے گزر جاتا تھا، اس پر ایسا رعب پڑتا کہ وہ اسلام کی طرف یہ کہتے ہوئے پلٹ آتا کہ اگر اُن کے پاس قوت نہ ہوتی تو اتنی بڑی جمعیت ان کے پاس سے نہ نکلتی۔

1 حیاۃ الصحابہ: جلد ۱، ص ۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لشکر سے فراغت کے بعد اہل مدینہ کو ایک نئی آزمائش کا سامنا تھا۔ مرتد قبائل نے مدینہ منورہ کو گھیر کر اپنا قاصد اس شرط کے ساتھ بھیجا کہ ہم زکوۃ ادا نہیں کریں گے۔ صحابہ کرام سے آپ نے مشورہ کیا: سب کی رائے تھی کہ اس وقت نرمی مناسب ہے۔ حضرت عمر نے کہا: یا خلیفة رسول الله! تألف الناس وارفق بهم "لوگوں کے ساتھ نرمی اور اُلفت کا برتاؤ کیجیے۔"
جواباً حضرت ابو بکر ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! تم جاہلیت میں تو بہادر تھے اور اسلام میں آکر کمزور ہوگئے۔ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور دین کمال کو پہنچ گیا گیا۔ میری زندگی ہی میں دین ناقص کردیا جائے گا، [ہرگز نہیں] واللہ! فرض زکوۃ سے اگر یہ رسی کا ٹکڑا بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔"

سیدنا ابو بکرؓ نے تمام صحابہ کی رائے کے برعکس جہاد کا حکم دیا۔ کیونکہ آپ کی نظر میں وہ ریاست، سیادت، سیاست، تدبیر، حکومت اور طاقت جو رسالت مآب ﷺ کے حکم کی تعمیل سے قاصر ہو، اسکا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ مسلمان حکم رسول کی تعمیل کیلئے زندہ رہیں، اگر یہ نہ کر سکیں تو انکی زندگی کی کسی کو ضرورت نہیں ہے۔ اُنہیں تعمیل حکم کی راہ میں جان دے دینی چاہیے۔

یہ وہ مابعد الطبیعیاتی، علمیاتی، کونیاتی، ایمانی، اعتقادی فرق ہے جو عالم اسلام کو جدید عالم غرب سے بالکل جدا کرتا ہے۔ اس رویے کے نتیجے میں دو مختلف انسان و تہذیبیں، دو مختلف طریقے [Method]، مزاج، رویے [Discourse]، دو مختلف مناہج Paradigms، دو مختلف اقالیم وجود پذیر ہوتے ہیں۔ ایک حکمتِ اسلامی کہلاتا ہے دوسرا جدید سائنس، سوشل سائنس اور اس کا ارتقا۔
طاعون کی ایک وبا اُمتِ مسلمہ پر کس طرح اثر انداز ہوئی، اس کے کیا مضمرات ہوئے اور طاعون کی دوسری وبا نے مغرب کو کس طرح تبدیل کر دیا۔ طاعون میں حضرت ابو عبیدہ کی شہادت ہوئی، آپ کی عظمت اور بلندی کا اندازہ محض اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا عمر فرماتے تھے کہ اگر عبید اللہ بن الجراح زندہ ہوتے تو 'امین الامت' کو بغیر کسی مشورے کے خلافت سپرد کر دیتا۔ اس قدر جلیل القدر ہستی کی شہادت کے باوجود پورے عالم اسلام میں سائنسی تعقل و ترقی [Scientific Rationality and Development] کی وہ لہر نہیں اُٹھ سکی جس نے کالی موت Black Death کے بعد مغرب کو شدید طور پر متاثر کیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس سوال کا تعلق مابعد الطبیعیاتی مباحث سے جڑا ہوا ہے جسے آسان فہم بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔
مغرب میں جدید طبی ترقی کا براہِ راست تعلق اسی کالی موت سے ہے، اس مسئلے کی فلسفیانہ تفہیم کے لئے فوکالٹ کی کتاب The Birth of Clinic کا مطالعہ نہایت ضروری ہے جو بعض اہم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخی اور فلسفیانہ حقائق سے پردہ اُٹھاتی ہے۔

اللہ ہی موت و حیات کا خالق ہے! اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ

اسلام کا فلسفہ موت جدید سائنس کے فلسفے cause and effect علت و معلول پر یقین نہیں رکھتا۔ موت امر ربی ہے بغیر کسی وجہ، علت، سبب کے بھی آجاتی ہے اور موت کے ہزاروں اسباب پیدا ہونے کے باوجود انسان زندہ رہتا ہے۔ اسے خدائے حی قیوم زندگی عطا کرتا ہے۔ ایک مریض کوئی دوا استعمال نہیں کرتا مگر بچ جاتا ہے۔ ایک دوسرا مریض عمدہ سے عمدہ دوائیں استعمال کرتا ہے، لیکن مرجاتا ہے۔ زندگی اور موت دوا پر منحصر نہیں، یہ عطیۂ خداوندی ہے۔ اس کا فیصلہ مخلوق نہیں، خالق کرتا ہے۔ کسی کو موت مطالبے پر نہیں ملتی اور نہ ہی کسی کی آرزو عمرِ طویل کا سبب بن سکتی ہے۔ اسی لئے دنیا میں خودکشی کی پچاسی فی صد وارداتیں ناکام ہو جاتی ہیں۔ تمام اسبابِ ذرائع وسائل مہیا ہونے کے باوجود اور انسان کی یہ خواہش کہ وہ مر جائے، اس کی آرزو پوری نہیں ہوتی کہ موت اپنے وقتِ مقرر سے پہلے نہیں آسکتی اور اگر اس کا وقت آجائے تو وہ ٹالی نہیں جاسکتی۔ موت انسان کے اختیار میں ہوتی تو ہر خودکشی کرنے والا موت سے ہم کنار ہوتا۔ کس کو کتنی زندگی دی گئی ہے، یہ خدائے حی لایموت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ نہ سائنس نہ ٹیکنالوجی، نہ فلسفہ نہ فلسفی، لیکن مغرب زندگی و موت کو خدا کا عطیہ سمجھنے کے بجائے نظریۂ علت و معلول کا نتیجہ قرار دیتا ہے لہٰذا پوسٹ مارٹم رپورٹ میں تمام ڈاکٹر خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، موت کا سبب لازماً لکھتے ہیں اور جب کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا تو لکھ دیتے ہیں کہ Cause unknown (وجہ نامعلوم) یہ جملہ اس یقین و ایمان کا اظہار ہے کہ جدید سائنس کبھی نہ کبھی اس کا سبب بھی دریافت کرلے گی۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ترقی کی معراج کا دعویٰ کرنے والی سائنس یہاں کیوں بے بس ہوئی:

① بھارت کے دو سکھ بھائیوں کا حادثہ تاریخ سائنس کے لئے عجیب و غریب واقعہ ثابت ہوا۔ NASA کے سائنس داں ابھی تک اس حادثے میں بچ جانے والے انسان کی زندگی اور مرنے والے کی موت کے اسباب و علل پر مسلسل تحقیق کر رہے ہیں۔ دو سکھ بھائی بہتر مستقبل کی تلاش میں ایک شخص کو پیسے دے کر انڈین ایئر لائنز کے ذریعے امریکہ کے غیر قانونی سفر پر روانہ ہوئے۔ دونوں امریکی شہری بننا چاہتے تھے، سفر پر بھیجنے والے نے دونوں بھائیوں کو طیارے کے اگلے پہیوں کے اوپر بنے ہوئے خانوں [Boxes] میں ٹھونس دیا۔ طیارہ جب اُڑتا ہے تو اس کے پہیے ان خانوں میں چلے جاتے ہیں۔ ان بھائیوں نے اس بارے میں کچھ نہ سوچا۔ طیارہ دہلی رن وے پر دوڑا، پہیے آگ کے گولوں میں تبدیل ہوئے۔ طیارہ فضا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بلند ہوا تو پہیے خانوں میں چلے گئے اور دونوں بھائیوں کو جلا کر رکھ دیا۔ ان کی دردناک چیخیں سننے والا کوئی نہ تھا، طیارہ آسمان میں ہزاروں فٹ تک بلند ہوگیا تو نقطۂ انجماد کے باعث دونوں بھائی منجمد ہوگئے۔ طیارہ نیویارک ایئرپورٹ پر اترا تو پہیے رن وے پر دوڑنے کے لئے خانوں سے باہر نکلے تو ایک ساتھ دو لاشیں ایئرپورٹ پر گریں۔ حفاظتی عملے نے لاشیں تحقیقات کے لئے FBI کے سپرد کیں۔ ایک بھائی مرچکا تھا، دوسرا زندہ تھا۔ NASA نے دوسرے بھائی کو تحویل میں لے لیا، اسے امریکی شہریت دے دی گئی۔ اب اس بات کی تحقیق ہورہی ہے کہ علت و معلول کے فلسفے کے تحت دوسرا بھائی کیسے بچ گیا؟ اللہ موجود ہے اور عقل نے عجز کا اظہار کردیا۔

② یہی صورتِ حال امریکہ کی ایک ریاست میں اس وقت پیش آئی جب پندرہ سال سے کومے میں محصور زندگی کے آخری سانس گننے والی عورت کے شوہر نے ہسپتال کی انتظامیہ سے کہا کہ اس عورت کا ventilater (آکسیجن ماسک) ہٹا دیا جائے تاکہ وہ اپنی وصیت کے مطابق سکون کی موت مرسکے۔ بیوی کے ماں باپ نے عدالت سے حکم امتناعی کے لئے رجوع کیا۔ عدالت نے درخواست مسترد کردی۔ امریکی قانون کے تحت شوہر کو اس فیصلے کا اختیار تھا کہ آکسیجن ماسک رکھا جائے یا ہٹا دیا جائے۔ ماں باپ نے صدر بش سے اپیل کی، صدر بش نے ہنگامی طور پر قانون میں ترمیم کی اور ایک عورت کی زندگی بچانے کے لئے سینٹ کا اجلاس بلائے بغیر قانون نافذ کردیا۔ اس کارروائی میں تین دن لگ گئے عورت تین دن تک بغیر آکسیجن ماسک کے زندہ رہی۔ چوتھے دن عدالت نے ترمیم شدہ قانون کی روشنی میں ماں باپ کے حق میں امتناعی حکم جاری کردیا۔ ماسک لگا دیا گیا لیکن اگلے ہی دن عورت انتقال کرگئی، آخر کیوں؟ کیا زندگی اور موت کا تعلق دوا، اسباب اور علاج سے ہے؟ یہ اسباب بلاشبہ کسی تکلیف میں کمی تو کرسکتے ہیں کیونکہ ہر درد کی دوا ہے، ہر مرض کا علاج ہے سوائے مرض الموت کے، موت وقتِ مقرر پر آتی ہے!!

③ گزشتہ سال کراچی کا ایک واقعہ اس کی زندہ مثال ہے۔ تیرہ منزلہ عمارت سے ایک مزدور سر کے بل نیچے گرا۔ لوگ بچانے دوڑے، سب کا خیال تھا کہ مرگیا ہوگا، لیکن چند لمحے بعد وہ اپنے پیروں پر کھڑا تھا۔ اسے خراش تک نہیں آئی تھی، مبارک باد دینے والے ساتھیوں نے اس سے مٹھائی کا مطالبہ کیا۔ وہ سڑک پار کرکے دکان تک گیا۔ مٹھائی کا ڈبہ لے کر واپس لوٹا تو سڑک پر گاڑی نے اُسے ٹکر ماری اور وہ اُسی وقت مرگیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ تازہ ترین اور امریکہ کی ایک ریاست کا مشہور ترین واقعہ لوگ ابھی نہیں بھولے ہیں۔ اس واقعے پر مبنی فلم نے امریکہ میں ریکارڈ توڑ دیے تھے۔ ایک سیاہ فام باپ کا بیٹا شدید بیمار تھا، اس کے دل کو تبدیل کرنا تھا۔ بیٹے کی حالت دن بہ دن خراب ہو رہی تھی، لیکن تبدیلی قلب کے لئے قلب میسر نہ تھا۔ جن لوگوں نے موت کے بعد قلب کے عطیے کی وصیت کی تھی، ان میں سے کوئی اس وقت تک مرا نہیں تھا۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ چند دنوں میں دل نہیں ملا تو بچہ مر جائے گا۔ سیاہ فام باپ کو بچے سے بہت محبت تھی، اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنا دل اپنے بچے کو دے دے گا۔ اس نے ڈاکٹروں کو پیش کش کی کہ اس کا سینہ چیر کر اس کا دل نکالا جائے اور اس کے بیٹے کو لگا دیا جائے۔ وہ زندہ رہنا نہیں چاہتا بلکہ اپنے بیٹے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ مر کر بیٹے کے سینے میں دل بن کر اس کے دل کی دھڑکنوں میں زندہ رہے گا۔ ڈاکٹروں نے انکار کر دیا۔ امریکی قوانین کے تحت اس طرح دل کا عطیہ لینے کی اجازت نہیں ہے۔ باپ نے ہسپتال کے ڈاکٹروں کو یرغمال بنا لیا اور اُنہیں کہا کہ اگر وہ اس کا دل نہیں نکالیں گے تو وہ سب کو قتل کر دے گا۔ اس کی محبت دیکھ کر ڈاکٹروں نے فیصلہ کیا کہ اس کا دل نکال کر بیٹے کو لگا دیا جائے۔ اسے آپریشن کے لئے بستر پر لٹایا گیا۔ اچانک دل کا عطیہ عین اسی وقت آ گیا اور اس کا آپریشن منسوخ کر دیا گیا، محبت نے دل کی بازی جیت لی تھی...!!

⑤ طیاروں کے حادثات کس تناسب سے ہو رہے ہیں۔ نیوز کے کالم نگار زیب اذکار حسین کی تحقیق کے مطابق ان حادثوں میں ایک خاص ترتیب ہے جس کے باعث مسافر موت کا شکار ہوتے ہیں لیکن موت کے اس راز کو ابھی تک حل نہیں کیا جا سکا۔

یہ سب کیا ہو رہا ہے، کیا اس کائنات میں یہ واقعات محض اتفاقات، محض کھیل تماشہ اور محض لہو و لعب ہیں یا ان کے اندر چشم بصیرت کا کوئی سامان بھی ہے۔ کیا ہم اب بھی یہ نہیں سمجھ سکتے کہ زندگی اور موت کے فیصلے دواؤں اور علت و معلول کے قانون سے صادر نہیں ہوتے۔ مغرب کے بے شمار نفسیات دانوں اور سائنس دانوں نے اس بات کو مجبوراً قبول کیا ہے کیوں کہ موت کے ہزاروں واقعات علّت و معلول کے سائنسی اُصول کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ عموماً لوگ اس طرح کے واقعات سے خدا کے وجود کے دلائل اخذ کرتے ہیں۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں خدا پر ایمان مستحکم ہونے کے بجائے سائنس پر ایمان مستحکم ہوتا ہے کہ دلیل خدا تو سائنس نے مہیا کی ہے، اس طریقے سے آپ سائنسی منہاج کو رد کرنے کے بجائے اُسی منہاجِ علم میں چلے جاتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات میں صحیح رویہ یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعے سائنس کے اپنے دعووں کی تردید کی جائے کہ سائنس کا قانون علت و معلول [Theory of cause & effect] خود سائنس کے اُصول سے ردّ ہو رہا ہے، لہٰذا یہ سائنسی علم قطعاً قابل اعتبار علم نہیں، یہ صرف کام چلاتا ہے۔ ایسا علم جو صرف کام چلاتا ہو، علم نہیں کہلا سکتا۔

علم قطعی [certain]، حتمی [final] اور مطلق [absolute] ہوتا ہے۔ جو علم تجربے کے ساتھ بدل جائے، علم نہیں بلکہ ایک ظنی، قیاسی، عارضی، کام چلانے والی قوت اور صلاحیت ہے۔ اس موقف کی تفصیل جاننے کے لئے Fereryarbend،I.Lakatosh, kuhan, Karl Poper اور اس صدی کے آئن اسٹائن فائن مین Feynman کی کتابیں پڑھ لی جائیں تو بے شمار حقائق سائنسی علم کی قلعی کھول کر رکھ دیں گے۔ اگر ان فلاسفہ اور سائنس دانوں کو پڑھنا آپ کے لیے مشکل ہے تو ایک آسان ترین کتاب What This Thing is Called Science کا مطالعہ کر لیا جائے تو ان تمام مباحث کا خلاصہ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ سائنسی علم صرف حسی، قیاسی، ظنی، حواسی، طبعی، منطقی، عقلی وجدانی اور اندازے کا علم ہے جو نفس انسانی سے نکلتا ہے اور صرف مادی دنیا کے اُمور سے متعلق کچھ رہنمائی کر سکتا ہے۔

⑥ نیشنل جیو گرافک چینل پر دکھائی جانے والی وہ ویڈیو [When animals get wild] بھی لوگوں کو یاد ہو گی جس میں ایک بدکردار شخص جو خدا پر یقین نہ رکھتا تھا، جنگل میں شیرنیوں کے نرغے میں پھنس گیا۔ ایک شیرنی نے اس کا سر اپنے منہ میں لے لیا اور قریب تھا کہ اسے چبا دیتی اور اسے چیر پھاڑ دیتی، اس نے خدا سے دعا کی کہ اگر مجھے اس مشکل سے نکال دے تو میں باقی زندگی اچھے کاموں میں بسر کروں گا۔ خدا نے دعا قبول کر لی، شیرنی نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ ادھ موا ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو شیرنیاں غرّا غرّا کر غصے کا اظہار کر رہی تھیں اور اسے وہاں سے جلد از جلد بھاگنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ وہ لڑکھڑاتا، گھسٹتا، گرتا پڑتا اپنے گاؤں کی طرف چلنے لگا۔ سامنے اسے لگڑبگوں کا لشکر نظر آیا جو اس کو شکار کرنے کے لئے پر تول رہے تھے۔ مذکورہ شخص کو یقین ہو گیا کہ شیرنیوں سے بچ گیا مگر ان سے بچنا مشکل ہے۔ شیرنیاں اس کے ساتھ ساتھ فاصلے سے چل رہی تھیں اور پیچھے لگڑبگوں کے غول کہ یہ شیرنیاں ہٹیں تو وہ شکار کو چیر پھاڑ کر کھا جائیں۔ اسی خوف، اُمید اور بیم کی حالت میں چلتے چلتے اس کا گاؤں آ گیا۔ گاؤں والوں نے دیکھا تو شور مچا دیا، شیرنیاں بھی واپس چلی گئیں اور لگڑ بگے بھی بھاگ گئے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کی موت لکھ دیتا ہے تو وہ آجاتی ہے لیکن وقت سے پہلے نہیں آتی۔ زندگی باقی ہوتی ہے تو درندے بھی زندگی کی حفاظت کے لئے حصار مہیا کرتے ہیں اور انسانوں کو اُن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے گھر تک حفاظت سے پہنچا کر اپنے مسکنوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ خون پینے والے جانور بھی اپنا خون دے کر اس نفس کی حفاظت کرتے ہیں جس کی حفاظت خدا کو مطلوب ہوتی ہے!

حفاظت جس سفینے کی انہیں منظور ہوتی ہے
کنارے تک اسے خود لا کے طوفاں چھوڑ جاتے ہیں

⑦ نیشنل جیوگرافک چینل پر [Animals are beautiful people] فلموں میں OREX کے بچے کی کہانی جو اپنے جھنڈ سے الگ ہو گیا تھا، اسے شیرنی نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ تین ہفتے تک اس کی حفاظت کی۔ اسے کھلانے اور اپنا دودھ پلانے کی کوشش کرتی رہی۔ اس کو شیر کے حملوں سے بچانے میں شیر سے نبرد آزما ہوئی اور شیر کے ہاتھوں اس بچے کی ہلاکت پر نہایت غمزدہ و افسردہ ہوئی۔ شیر اپنے بچوں کے سوا کسی دوسرے یا دوسرے شیر کے بچوں کو بھی برداشت نہیں کرتا اور شیرنی کے تمام حرامی بچوں کو چن چن کر ہلاک کرتا ہے۔ شیرنی سب سے خونخوار ہوتی ہے اور شیر سے زیادہ پھرتیلی۔ انسانوں پر حملوں کے جتنے بھی واقعات ہوتے ہیں، ان میں زیادہ تر حملے شیرنیوں کے ہوتے ہیں جو اپنے بچوں کے تحفظ کے لئے دوسروں کی زندگی کو عدمِ تحفظ کا شکار بنا دیتی ہیں، لیکن وہی شیرنی OREX کے بچے کے لئے اللہ کے حکم سے پناہ مہیا کرتی ہے تو کیوں؟

⑧ یوٹیوب ڈاٹ کام پر Amazing vedioes میں Lione versus bafello اور Lion attack میں وہ منظر لوگوں کو یاد ہو گا جب ایک بھینسا غلطی سے اپنے بچے کے ساتھ شیر کی کچھار میں چلا گیا، اس کا بچہ وہیں رہ گیا، بھینسا بھاگ گیا، بچہ یرغمال ہو گیا، بچہ دریا میں گر گیا۔ شیروں نے باہر نکالنے کی کوشش کی، مگرمچھ آ گئے۔ شیر بھینسے کے بچے کو اوپر لے آئے۔ اچانک سینکڑوں بھینسوں نے شیروں پر حملہ کر دیا اور اپنے بچے کو چھین کر لے گئے۔ مگرمچھ، شیر اور پانی، بھینسے کے بچے کو نہیں مار سکے، اللہ کی طرف سے زندگی عطا ہوتی ہے اور موت بھی عطا ہوتی ہے، یہ حادثہ نہیں ہے۔

لیکن خدا پر ایمان کے بغیر ان واقعات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، کوئی تعبیر نہیں کی جا سکتی۔ سائنسی ذہن رکھنے والا مزاج ان واقعات میں کوئی روحانیت نہیں پاتا، اسے محض اتفاقی حادثہ یا خوش قسمتی یا Unknown cause سمجھ کر فراموش کر دیتا ہے۔

⑨ امریکہ کی فیڈرل کورٹ میں چلنے والا تاریخی مقدمہ جس پر حال ہی میں معرکہ آرا فلم بنائی گئی ہے جس کا نام Exorcisim of Amely Rose ہے۔ اس لڑکی ایملے روز پر جنات کا سایہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ایک پادری نے اس کا علاج کیا، علاج کے دوران وہ مر گئی۔ پادری پر قتل کا مقدمہ قائم کیا گیا۔اس کے دفاع کے لئے ایک سیکولر ایڈووکیٹ عورت نے جو خدا پر یقین نہیں رکھتی، اس کا مقدمہ لڑا۔ لڑکی کے خطوط، آوازوں، علاج کے دوران پیش آنے والے واقعات، معاملات کی ویڈیو دیکھنے کے بعد امریکہ کے ممتاز ماہر نفسیات داں کی موجودگی میں اس پورے سانحے کی جانچ پڑتال کے بعد عدالت نے پادری کو قتل کے الزام سے بری کر دیا۔ماہر نفسیات اس موت کے حالات سن اور جانچ کر خود ششدر رہ گئے۔ایک ماہر نفسیات نہایت مذہبی ہو گیا۔

عہد حاضر کے انسان کا المیہ یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دوا ایجاد کرنے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے، موت تو اپنے وقت پر آتی ہے خواہ بیماری کی دوا موجود ہو یا نہ ہو۔ استعمال کی جائے یا نہ استعمال کی جائے، لیکن دوا اذیت و تکالیف میں افاقہ کر سکتی ہے، اگر اللہ کو منظور ہو کیوں کہ بہت سی عام تکالیف کے درد، درد کی نہایت مجرب اور قیمتی دوائیں بھی دور نہیں کر سکتیں۔ دوا محض تکلیف اور مرض کا علاج ہے، مرضِ ضعف اور موت کا علاج نہیں۔ جو یہ شخص سمجھتا ہے کہ کسی دوا نے کسی نفس کو موت سے نجات دی ہے، وہ قرآن کی آیاتِ موت سے واقف نہیں۔

موت کا وقت مقرر ہے، کوئی اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مر سکتا ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْھَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْھَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾ [۳:۱۴۵]

زندگی اور موت ہم دیتے ہیں: ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝﴾ [۱۵:۲۳]

اگر رسول مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ [۳:۱۴۴] اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے ﴿قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ﴾ [۳:۱۵۴]

کالی موت [Black Death] کے بعد ہونے والی جدید سائنسی ترقی کے بعد عالم مغرب میں بھی نہیں، اب عالم اسلام میں بھی راسخ العقیدہ لوگوں کا خیال ہے کہ دوائیں موت سے بچاتی ہیں۔ یہ جملہ عام ہے کہ مغرب کی طبی ترقی کے باعث وہاں لوگوں کی عمریں بڑھ گئی ہیں اور شرحِ اموات کم ہو گئی ہے، حالانکہ یہ ضعیف الاعتقادی ہے۔ گویا زندگی و موت کا سبب خود انسان ہے اور موت کا اختیار بھی انسانوں نے خدا سے لے کر انسانوں کو منتقل کر دیا ہے۔ یہ عہدِ جدید کے سائنسی ذہن کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المیہ ہے خواہ وہ اسلامی ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ایمان رکھنے والے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیتے کہ مانع حمل ادویات استعمال کرنے کے باوجود لاکھوں حرامی بچے پھر بھی پیدا ہو جاتے ہیں تو کیوں؟ اسقاط اُسی بچے کا ممکن ہوتا ہے جس کی زندگی امر ربی کے تحت مطلوب نہیں ہوتی اور جس وجود کو زندگی بخشنا مشیت ِ ایزدی ہو تو کنواری مائیں لاکھوں مانع حمل ادویات کھالیں، گناہ ظاہر ہوتا اور ولادت ہو کر رہتی ہے۔ یہ مغرب کے تمام ڈاکٹروں کا عینی مشاہدہ ہے۔ اس کے باوجود زندگی اور موت کو صرف اور صرف دوا، ڈاکٹر، ہسپتال اور مشینوں پر منحصر کر دیا گیا ہے۔

دوسرے لفظوں میں زندگی اور موت کا اختیار خدا کے ہاتھوں سے لے کر ماہرین طب کے ہاتھوں میں دے دیا گیا ہے۔ فکر و نظر میں یہ تبدیلی ہی جدیدیت ہے جو اسلامی معاشروں اور اسلامی تحریکوں میں تیزی سے نفوذ کر رہی ہے۔ عام طور پر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مغرب کی جدید طبی ترقی کے باعث بیماریوں پر قابو پالیا گیا ہے، اس لئے وہاں امراض سے مرنے والوں کی تعداد مسلسل کم ہو رہی ہے اور دنیا کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے حالانکہ یہ غلط استدلال ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی ساٹھ فیصد آبادی ایشیا میں آباد ہے، اس آبادی میں غربت کے باعث مغربی دواؤں کا استعمال بہت کم ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق اربوں روپے کی دوائیں اس خطے میں مغرب نے مفت تقسیم کیں لیکن مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکا۔ مشرق نے جدیدیت کو ذہنی اور قلبی طور پر ابھی تک قبول نہیں کیا لہٰذا جسمانی وروحانی طور پر مشرق کی یہ سرزمین افزائش نسل میں مصروف ہے۔ اس میں مغرب کی طبی ترقی کا کوئی حصہ نہیں۔ خود مغرب میں ان دواؤں کے باعث شرحِ پیدائش منفی ہو گئی ہے کیونکہ خدا کی رضا یہی ہے کہ مغرب کو اسقاط کے عذاب کے ذریعے سبق دیا جائے۔ کل تک مغرب مرنے والوں کی موت پر غم زدہ تھا۔ اب بڑھتی ہوئی آبادی پر افسردہ ہے۔ اسے دکھ ہے کہ موجودہ چھ ارب آبادی میں اس کی تعداد سب سے کم ہے، صرف تین فی صد۔ تمام بڑی آبادیاں مغرب دشمن ہیں اور مشرقی خطوں میں آباد لہٰذا اب وہ آبادی میں اضافے کو دنیا کے لئے ایک شدید خطرے کے طور پر پیش کر رہا ہے تاکہ اپنی مخالف تہذیبوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو تہس نہس کرنے کے لئے نئی حکمتِ عملی وضع کرے۔

۱۹۷۵ء میں اندرا گاندھی نے امریکہ کی اسی حکمتِ عملی کے تحت ہندوستان کی آبادی کو روکنے کے لئے ہنگامی حالت کا نفاذ (ایمرجنسی) کر کے دو سال تک پچھتر لاکھ مردوں کی جبر اً نس بندی کی تاکہ وہ بچے نہ پیدا کر سکیں۔ امریکہ کے بعد دنیا کی دوسری بڑی جمہوریت میں جمہور کے ساتھ یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظالمانہ رویہ اختیار کیا گیا اور جمہوریت کے عشق میں مبتلا سیکولر اور اسلامی مفکرین اس حادثے سے لاعلم رہے۔ چین میں آج بھی ایک بچے سے زیادہ بچے پیدا کرنے کے لئے اجازت نہیں ہے لہٰذا صرف لڑکے پیدا ہو رہے ہیں، لڑکیوں کو رحم کی قبر میں ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔

ڈسکوری چینل اور دیگر چینل پر دکھائی جانے والی X-Files کی ڈاکومنٹری فلمیں اور سائی فیکٹر [Pcsy factor] پر مبنی دستاویزی فلمیں اس کائنات میں سائنس کی خدائی کے انکار کا اشتہار ہیں۔ X-files کی دستاویزی فلموں میں سے ایک اہم فلم میں دو امریکی ریاستوں کے ایک مرد اور ایک عورت کا سچا واقعہ دکھایا گیا کہ شوہر نے عورت سے پانی طلب کیا، لیکن وہ پانی لے کر نہیں آئی۔ وہ گھر سے غائب ہو گئی، گمشدگی کی رپورٹ لکھوائی گئی۔ بعد میں یہی عورت دوسری ریاست سے جو کئی سو کلومیٹر دور تھی، مل گئی۔ وہاں پولیس نے اسے تنہا گھومتے ہوئے دیکھا۔ عین اسی وقت جس وقت وہ اپنے شوہر کے لئے پانی لینے چلی تھی، اسے دوسری ریاست میں قانون کے محافظوں نے حفاظتی تحویل میں دے دیا تھا۔ تھامس کوہن [Kuhan] کے شاگرد نے اس واقعے کی یہ تعلیل بیان کی کہ وہ Black hole میں چلی گئی تھی لہٰذا زمان و مکاں کی وسعتیں اس کے لئے سمٹ گئیں۔ سوال یہ ہے کہ صرف وہ کیوں بلیک ہول میں گئی اس کا شوہر کیوں نہیں گیا۔ یہ وہ اسرار ہیں جن کے سامنے سائنس بے بس ہے۔ اس کا قانون علت و معلول معذورِ محض ہے۔ وہ اپنے مفروضات یعنی عارضی مسلمات کا دفاع کرنے سے قاصر ہے۔ بلیک ہول اگر موجود ہے تو گردشِ زمین، چکر، زماں و مکاں کی حدود و قیود کے تمام فلسفے سوالیہ نشان بن جاتے ہیں۔ زمین گردش کر رہی ہے یا نہیں؟ اس کا چکر پورا ہونے سے پہلے انسان چکر مکمل کر کے سفر سے واپس آجائے یا وقت کی رفتار سے ماورا ہو کر سفر وقت سے پہلے طے کرے، یہ کس طرح ممکن ہے؟ لہٰذا یہ تصور کہ زمین گردش کر رہی ہے، خود ایک حتمی حقیقت سچائی نہیں ہے محض اضافی [Relative] حقیقت ہے جو یقیناً خود کسی اور حقیقت پر منحصر ہوگی جس سے ہم فی الحال واقف نہیں۔

پاپر کے فلسفے Falsification کے تحت یہ یقین عہد حاضر کی سائنس کو حاصل ہے کہ جو کچھ سائنسی نظریہ بیان کیا گیا ہے، وہ صرف اس وقت تک درست ہے جب تک کہ کوئی دوسرا سائنسی نظریہ اس کی تردید نہ کر دے اور سائنس کی ترقی کا سفر سائنس کو رَد کرنے کے نتیجے میں آگے بڑھتا ہے۔ ہمارے بعض جدید و قدیم علما کے یہاں یہ سوال نہایت اہمیت کا حامل رہا ہے کہ سائنس کو مسلمان کیا جائے یا اسلام کو سائنسی مذہب قرار دیا جائے؟

علما کا ایک گروہ سائنس کو مسلمان کرنا چاہتا تھا۔ اس گروہ میں احمد رضا خاں بریلوی، سید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلیمان ندوی اور علامہ انور شاہ کاشمیری وغیرہ شامل تھے۔ اسی جذبے کے تحت علامہ طنطاوی کی تفسیر کے بارے میں انور شاہ کاشمیری اور سید سلیمان ندوی نے نہایت گرم جوشی کا مظاہرہ فرمایا۔ مولوی احمد رضا بریلوی اور اسلامیہ کالج لاہور کے اُستاد پروفیسر حاکم علی کی خط و کتابت سے جناب بریلوی کا نقطہ نظر سامنے آتا ہے۔ فاضل بریلوی کے فقہی مقام کی شہادت ابوالحسن علی ندوی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے: ''جزئیاتِ فقہ پر اُن کو جو عبور حاصل تھا، ان کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔'' [نزہۃ الخواطر: ۴۱/۸]

پرفیسر حاکم علی نے فاضل بریلوی کو خط لکھا: ''غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ شامل ہو جاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے۔'' اس کے جواب میں فاضل بریلوی نے ایک کتاب ''نزولِ آیات قرآن بہ سکون زمین و آسمان'' تحریر کی۔ اس کتاب کے آخر میں پروفیسر حاکم علی کی خواہش کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''محب فقیر! سائنس یوں مسلمان تو نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کر دیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام۔''

سوال یہ ہے کہ کیا واقعتاً سائنس کسی مذہب کی قبولیت کے لئے تیار ہے؟ کیا سائنس کی مابعد الطبیعیات اور اس کی علیت مذہبی مابعد الطبیعیات اور علیت کو قبول کر سکتی ہے۔ کیا سائنس کے تصورِ علم، حقیقتِ علم اور ماہیتِ علم میں مذہب کے تصورِ علم کی کوئی ادنیٰ سی بھی گنجائش ہے۔ سائنس کے تصور علم میں علم وہ ہے جس میں شک کیا جاسکے، جس کی تردید کی جاسکے اور جس علم کو بالکل اسی طریقے سے حاصل کیا جاسکے جس طریقے سے وہ علم کسی اور نے حاصل کیا۔ اگر کوئی علم اس تعریف پر پورا نہیں اُترتا تو مغربی تصورِ علم اور سائنسی علم کے منہاج میں یہ علم نہیں، جہل ہے۔ لہٰذا سائنس کی نظر میں دین اور مذہب سے حاصل ہونے والا علم جہل ہے تو سائنس نعوذ باللہ اس جہل کو کیوں قبول کرے گی۔ نہ مذہب سائنس کے اس تصورِ جہل پر مبنی علم کو قبول کرے گا۔ سائنسی اور مذہبی منہاج، دونوں ایک دوسرے کو قبول نہیں کرسکتے، اسی لئے مذکورہ بالا علما کے جانشینوں میں سائنس کو مسلمان کرنے کے لئے کوئی بڑا اہل علم نہ کھڑا ہو سکا۔ بعض نے کچھ کوششیں کیں لیکن یہ کوششیں فلسفے، سائنس اور فلسفہ سائنس کے علما کی نظروں میں وقعت کی حامل نہ قرار پا سکیں۔ یہ علما بھی جدید سائنس اور اسلام کے تعلق پر کوئی اہم تحریر ضبط تحریر میں نہ لا سکے وگرنہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں وہ بصیرت دی تھی کہ وہ سائنس کے بخیے اُدھیڑ کر رکھ دیتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ